معاہدۂ یہود علمی نقطۂ نظر سے

تکملۂ بحث

(۲)

(از جناب شمس العلماء مولانا عبدالرحمٰن صاحب پروفیسر دہلی یونیورسٹی)

محدثین مرسل پر توقف کرتے ہیں یعنی اس سے احتجاج نہیں کرتے، جمہور اور امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے۔ جناب مولوی صاحب کا اس کے باوجود یہ فرمانا کہ امام شافعی بایں ہمہ مرسل سے احتجاج کرتے ہیں۔ ان کو خود اپنے اصول کی خلاف ورزی کا مرتکب ٹھہراتا ہے۔ ممکن ہے جناب مولوی صاحب اپنے دعوے کو صحیح ثابت کردیں، لیکن اب تک جو حوالے انہوں نے امام شافعی اور ابن قیم وغیرہ کی عبارات سے دیے ہیں، وہ تو روایت زیر بحث سے (جسے جناب مولوی صاحب مرسل اور ان کا مستند ٹھہراتے ہیں) علاقہ نہیں رکھتے جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ امام مالک امام ابوحنیفہ اور امام احمد مرسل سے بھی احتجاج کرتے ہیں اور دلیل اس کی یہ لاتے ہیں۔ لان الارسال من جهة كمال الوثوق والاعتماد لان الكلام فى الثقة فلو لم يكن عنده صحيحا لما ارسله۔ لیکن بایں ہمہ معتمد علیہ مسلک بالخصوص احناف کا اس بارہ میں یہ ہے کہ وہی مرسل قابل احتجاج ہے۔ جو مُروِی جیسے صیغہائے ضعف سے روایت نہ کی گئی ہو۔ اور روایت زیر بحث کو زہری نے بلغنی سے روایت کیا ہے۔ جو نہ مُروِی جیسے صیغوں سے قوی ہے اور نہ قَالَ اور فَعَلَ جیسے صیغوں کا ہم مرتبہ، اس لیے زیر بحث روایت احناف کے نزدیک بھی قابل احتجاج نہیں اور نہ ہونی چاہیے۔

رسالہ متحدہ قومیت اور اسلام میں یہ فقرہ آیا ہے۔ ص ۴۲ "ایسے مقاصد کے لیے متحدہ قومیت غیر مسلموں کے ساتھ بنانا خود جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے۔ اس فقرہ کے بعد ہی یہ بحث مکتوب نبوی کا ذکر شروع ہو جاتا ہے اور اس کی بعض دفعات کا بھی۔ میں کہتا ہوں کہ یہاں یہ نامہ مبارک کا ذکر اور اس کی دفعات مذکورہ بالا فقرہ کی صحت پر حجۃ ودلیل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ (یہ دوسری بات ہے کہ میں روایت کو قابلِ حجۃ نہیں سمجھتا) کتاب الام باب المہادنہ کے آخر میں ہے۔

(۱) او یوسر مسلم فلا یخلی لا لفدیۃ فلا بأس ان یفدی (۲) لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدی رجلا من اصحابہ اسرہ العدو برجلین (۳) اخبرنا عبدالوہاب الثقفی عن ایوب عن ابی قلابہ عن ابی المہلب عن عمران بن حصین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدی رجلاً برجلین

اس عبارت میں عبارت نمبر ۲ حجۃ ودلیل ہے دوسرے فقرہ کی پھر نامہ مبارک رسالہ متحدہ قومیت اور اسلام کے مذکورہ بالا فقرہ کی حجت کیوں نہ ہو لیکن جناب مولوی صاحب کو برابر اصرار ہے کہ یہ استشہاد ہے حجۃ نہیں۔ حالانکہ وہ نامہ مذکور کو بزعم خود قابل احتجاج مانتے ہیں اور کہتے ہیں اکابر امت نے اس سے احتجاج کیا ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ نامہ کے استشہاد ہونے پر اصرار کیوں ہے اور یہ بھی نہیں بتاتے کہ استشہاد ہے تو کیسے!

(برہان مارچ ۱۹۴۰ء ص ۱۸۰) نامہ نبوی میں جو دفعات اپنے مقصود و مدعا کے خلاف ہیں اُن کو واقعی نظرانداز کر دیا گیا ہے اور ہم انہیں اپنے پہلے ہی مضمون میں لکھ چکے ہیں۔ اب جناب مولوی صاحب کے مطالبہ پر پھر لکھے دیتے ہیں۔

(ترجمہ) نامۂ نامی کی تیسری دفعہ ہے (برہان اکتوبر ۱۹۳۹ء) اور یہ کہ سارے مومن متقی اس شخص کے مخالف ہو جائینگے جو ان میں سے باغی (علانیہ برگشتہ) ہو جائے یا ظلم و بدی، تعدی و فساد مسلمانوں میں پھیلائے اور یہ کہ سارے مسلمان بالیقین ایسے آدمی کے درپے ہو جائینگے خواہ وہ اُن میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو اور کوئی مسلمان مسلمان کو کافر کے بدلے میں نہ مار یگا نہ مسلمان کے خلاف کسی کافر کی مدد کریگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نامسلموں کو دفاعی اغراض سے اپنی جماعت میں شامل کیا یا اُن سے ملا کر ایک قوم بنائی تو مسلمانوں کے نظام اور ان کے اندرونی استحکام کا یہ اہتمام فرمایا۔ جناب مولوی صاحب متحدہ قوم بناتے ہیں، اس کی ہر روز دعوت دیتے ہیں لیکن مسلمانوں کے اندرونی نظام و استحکام کا بھول کر بھی نام نہیں لیتے۔ گویا متحدہ قومیت بنانا سنت موکدہ ہے اور اندرونی نظام و استحکام کسی درجہ میں بھی مسنون نہیں۔

اسی نامہ کی پانچویں دفعہ ہے۔ سارے مسلمان ایک دوسرے کے، باقی کو چھوڑ کر، یار و مددگار رہینگے۔

یہاں اپنوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر غیروں سے موالات ہی نہیں کرتے، اُن کی غلامی کا دم بھرتے ہیں۔ اندرونی اصلاح ذات البین کی سعی میں ہرگز خدا اور رسول کی خوشنودی کی پروا نہیں کرتے، ہاں غیروں کی دوستی کا دم بھرنا اپنے لیے فخر و مباہات کی بات جانتے ہیں۔

نامہ کی ساتویں دفعہ ہے۔ سارے مسلمانوں کی صلح ایک ہوگی، کوئی مسلمان راہِ خدا کے جہاد میں کسی مسلمان سے الگ ہو کر صلح نہیں کریگا۔ مگر یہ کہ صلح میں سارے مسلمان (حقوق میں) برابر اور ہم مرتبہ رہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان کسی سے صلح بھی کرینگے تو سب مل کر ایک صلح کرینگے، الگ الگ صلح نہیں کرینگے اگر احیاناً کسی وقت سب مل نہ سکیں باہمی صلاح مشورہ کی فرصت نہ ہو تو اس حالت میں جو مسلمان یا مسلمانوں کی جماعت صلح کرے وہ اس طرح اور ایسی شروط پر صلح کرے جو سارے مسلمانوں کے حق میں یکساں اور برابر مفید ہو۔

ہمارے ہاں متحدہ قومیت کے داعی کیسے سب مل کر صلح کر رہے ہیں، کیسا مسلمانوں کو اس کے لیے تیار کیا جا رہا ہے۔ جہاد بغیر السلاح کی دعوت ہے، بلکہ شروع ہو چکا، نامسلموں سے عہد و پیمان بھی باندھے جاتے ہیں۔ نام کو ساری قوم کے نام سے لیکن عملاً اپنے اور اپنی جماعت کے لیے گویا صرف وہی جماعت

مسلمان ہے۔ خواہ وہ کیسے ہی ہوں۔ باقی جو رہے مسلمان ہی نہیں۔

اب دیکھ لیجیے کہ یہ دفعات داعیانِ متحدہ قومیت کے خلاف جاتی ہیں یا نہیں۔ میں نہیں کہتا کہ اس قسم کی کوتاہیاں یا ترکِ فرائض صرف اسی جماعت سے ہو رہا ہے جو متحدہ قومیت کی داعی ہے قصور ہم سب مسلمانوں کا ہے، مگر سب سے زیادہ اُس جماعت کا جو قومی رہنمائی کو اپنا حق اور اپنا حصّہ تصور کرتی ہے۔ قوم کی امام بن کر رہنا چاہتی ہے۔ دین اور دنیا دونوں کے کاموں میں، اور متحدہ قومیت بنانے کھڑی ہوگئی ہے ساتھ ہی یہ جماعت یہ بھی مانتی ہے کہ ہندوستان میں مختلف قومیں ہیں، اتحادِ مقاصد کے ساتھ ساتھ باہمی اغراض میں تباین بھی ہے۔ آئے دن کا تصادم بھی تنبیہ کرتا رہتا ہے، مگر اس سے کے کہ مسلمانوں کو متحد کر کے اندرونی خرابیوں کے انسداد کی قوت پیدا کرے۔ متحدہ قومیت کی پکار شروع کردی ہے۔ مانا کہ کوئی کسی کی نہیں سنتا۔ مگر اسی سنانے سمجھانے اور منوانے میں مرجانا اس سے کہیں بہتر ہے کہ فرضِ اولیں کو چھوڑ کر اکابرِ قوم کسی اور مستحب کے درپے ہو جائیں۔

خیر صاحب رسالہ متحدہ قومیت اور اسلام نے تو ان دفعات کو نظر انداز ہی کیا تھا۔ جناب مولوی صاحب نے تو اس آخری ساتویں دفعہ کو جس کا ترجمہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں، اپنی فضیلت علمیہ کے زور سے ایسا نسخ و مسخ کیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔

اگست سنہ ۳۹ء کا برہان نکالیے، اور اس کے صفحہ ۱۴۰ پر عربی کی آخری سطر دیکھیے۔ لکھا ہوا ملیگا۔ وان سلم المومنین واحد یہ نامۂ نبوی کی (ہماری تقسیم کی بنا پر) ساتویں دفعہ کا آغاز ہے[1]۔ باقی عبارت کو جناب مولوی صاحب نے چھوڑ دیا ہے اور ان تین لفظوں کا جو عربی زبان کے سہل تر الفاظ ہیں، یوں ترجمہ فرمایا ہے "ہر مسلمان کا صلح کر لینا ایک حیثیت رکھتا ہے"۔ حقیقت میں یہ اس عبارت کا ترجمہ ہے نہ مفہوم۔ جناب مولوی صاحب ہمیں سمجھا دیں کہ ان سلم المومنین واحد کا یہ ترجمہ یا مفہوم کیسے ہو گیا

[1] باقی عبارت اس دفعہ کی یہ ہے لا یسالم مومن دون مومن فی قتال فی سبیل اللہ الا علی سواء وعدل بینہم

عرصہ تک ہم باوجود شبہ کے اس حسن ظن میں رہے کہ یہ الفاظ بے ارادہ قلم سے نکل گئے ہونگے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ دل کہتا تھا کہ پھر باقی عبارت کو کیوں حذف کیا جو اسی جملہ کے معنی کی توضیح و تفسیر کر رہی ہے۔ آخر برہان مئی ۴۰ء پڑھا تو آنکھیں کھلیں کہ جناب مولوی صاحب یہ سب کچھ بالارادہ کر رہے ہیں۔

یہاں آپ نے نامۂ نامی کی دفعہ ۷ پوری لکھی ہے۔ اور ترجمہ بھی ان سلم المومنین واحد کا بدل کر صحیح کردیا ہے۔ لیکن قوسین میں عبارت جو بڑھائی ہے اور بے ربط محض ہے، اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ۳۹ء کے اگست کے پرچہ میں جو ترجمہ کیا تھا وہ بھی ارادی تھا۔ بہرحال آپ مئی ۴۰ء کے برہان میں نامۂ نامی کی ساتویں دفعہ کا یوں ترجمہ فرماتے ہیں

"اور یہ یقینی ہے کہ تمام مسلمانوں کی صلح ایک ہے (یعنی تمام مسلمانوں کے ذمہ ہے کہ اس مصالحہ کو اپنی طرف سے باقی رکھیں) اور کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو چھوڑ کر جہاد فی سبیل اللہ میں ایسی صلح کا مجاز نہ ہوگا جو تمام مسلمانوں کو ہمسری اور برابری نہ دیتی ہو۔

قوسین کی عبارت کو ملاحظہ فرمائیے اور پھر دیکھیے کہ اس عبارت کو "مسلمانوں کی صلح ایک ہے یا ایک ہونی چاہیے" سے اور مابعد کے ترجمہ سے کیا ربط ہے۔ اور یہ سارے الفاظ کہاں سے نکل پڑے ہیں، اب ناظرین ذرا خیال کریں کہ جناب مولوی صاحب امام شافعی کی ایک عبارت کو جو استشہاد نہیں استشہاد بناتے ہیں۔ جہاد نہ بالصلح کو جہاد کا ہم مرتبہ ٹھہراتے ہیں۔ مشرکین کی مسلمانوں سے دوستی رکھنے کو امام شافعی کی زبان سے ترک جہاد کے جواز کا شرعی حکم قرار دیتے ہیں۔ متحدہ قومیت کو بلا دلیل شرعی مصالحت و معاہدہ کی ایک قسم فرماتے ہیں۔ نامۂ نبوی کی دفعہ ۷ کے ترجمہ میں دخل فصل روا رکھتے ہیں۔ کیا یہ سب باتیں اسی متحدہ قومیت کے نقطہ اور سیاسی مقصد کے مرکز کے گرد نہیں گھوم رہی ہیں، کیا سب غلطیاں سہوی و اتفاقی ہیں۔ نہیں اور ہرگز نہیں، اور اگر ایسا ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں بھی معاف فرمائے اور ہماری بدگمانی

کو بھی۔ اور یہ باتیں اگر مقدمات ارادی ہیں مقاصد خاص کا جیسا کہ چند صفحات میں ان کے اجتماع سے ظاہر ہوتا ہے تو ہم یحرفون الکلم عن مواضعہ سے زیادہ اور کچھ کہنا نہیں چاہتے

اب آتا ہے مکتوب زیر بحث کے نسخ کا معاملہ۔ سو اگر یہ مکتوب آنحضرت نے من حیث الرسالت لکھوایا تو یہود کے خلاف اُن کی عہد شکنی پر آپ کا اقدام بر جنگ بھی من حیث الرسالت ہی ٹھہریگا، اسی کو میں نے یوں تعبیر کیا ہے کہ رسول اللہ نے اپنے عمل سے اس نامہ کو منسوخ کیا۔ پھر جب قرآن کریم میں اہل کتاب سے قتال کا حکم آیا اور وہ بھی موقت نہیں بلکہ دوام کے لیے۔ میں نے اس سے سمجھا اور سمجھتا ہوں کہ اس حکم نے اس نسخ پر مہر دوام ثبت کردی۔

اگر فرض کیجیے کہ نامۂ زیر بحث حضور نے لکھوایا لیکن نہ من حیث الرسالۃ تب بھی آیۂ قتال با اہل کتاب کے نزول پر یہ نامہ منسوخ ہو جاتا ہے اور اس لیے کہ یہ حکم دائمی ہے نسخ دائمی ہی ٹھہرتا ہے یہ صحیح ہے کہ دونوں صورتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام اور اُمت مسلمہ کے مفاد کو پیش نظر رکھ کر یہ مکتوب لکھوایا یا یہود سے یہ معاہدہ فرمایا۔ مگر اس وقت آیۂ قتال با اہل کتاب کہاں نازل ہوئی تھی، اب کہ وہ موجود ہے، اس کی موجودگی میں جبکہ مسلمان نہ اس وقت کی طرح تعداد میں قلیل ہیں، نہ ویسے کمزور، مسلم و نا مسلم سے ملا کر ایک قوم بنانے کے جواز یا وجوب پر استدلال کرنا کیونکر شرعاً درست ہو سکتا ہے۔ خواہ وہ مفاد امت مسلمہ ہی کی خاطر کیوں نہ کیا جا رہا ہو۔

مانا کہ کسی حکم کے منسوخ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وجوب و استحباب و اباحت ہر سے کسی درجہ میں بھی وہ حکم باقی نہ رہے، مثلاً وجوب کے منسوخ ہونے سے اُس کا وجوب منسوخ ہوتا ہے، نہ اس کی اباحت (برہان نومبر سنہ۳۹ء صفحہ ۳۰۸) لیکن یہاں یہ دلیل بھی جناب مولوی صاحب کی مفید مدعا نہیں ظاہر ہے کہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی بات اباحت کے درجہ سے منسوخ ہو کر واجب ہو جائے زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے کہ عہد نامہ وجوب کے درجہ سے منسوخ ہو کر مباح رہ جائے۔ لیکن معاہدہ

مذیر بحث کے معاملہ میں یہ بھی ممکن نہیں۔ کیونکہ یہاں نسخ و ناسخ کے علاوہ قرآن و اسلام کی تعلیم ہی سرے کی اس عہد نامہ کے استحباب و اباحت کے خلاف ہے۔ یعنی وہ اصلاً اس کی اجازت نہیں دیتی کہ مسلم و نامسلم سے ملا کر اُمت واحدہ قائم کی جا سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"ان الذین امنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت فقاتلوا اولیاء الشیطان ان کید الشیطان کان ضعیفا"

"ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء فلا تتخذوا منھم اولیاء"

"لا یتخذ المؤمنون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء الا ان تتقوا منھم"

"یاایھا الذین امنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا۔ ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی الصدور ھم۔ قد بینا لکم الایت ان کنتم تعقلون"

"یاایھا الذین امنوا لا تتخذوا الیھود والنصاری اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانہ منھم۔ ان اللہ لا یھدی القوم الظلمین"

قرآن مجید کی ان جیسی آیات کے ہوتے ہوئے مسلم و نامسلم سے ملا کر ایک قوم بنانا اور اُن کا شریک کار ہونا اور وہ بھی جہاد میں یا جہاد کے نام سے سراسر اسلام کی تعلیم اور اس کی روح کے خلاف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر ایسا کیا بھی تھا تو حکم قتال اور ان آیات کے نزول سے پہلے پہلے کیا تھا نہ کہ ان کے بعد۔

جناب مولوی صاحب امام شاطبی اور شاہ ولی اللہ رحمہما اللہ کے بیان سے اپنے استنباط کردہ مطلب کی بنا پر فرماتے ہیں کہ " زیر بحث عہد نامہ اگرچہ بحق یہود منسوخ ہو چکا ہے لیکن اُمت مسلمہ پر کوئی

وقت آپڑے تو صلح حدیبیہ، معاہدہ یہود اور اسی قسم کے دیگر معاہدے ہمیشہ اسوۂ حسنہ رہینگے۔ چنانچہ امام شافعی، حافظ ابن قیم، احمد بن حنبل، ابن تیمیہ، محمد بن حسن الشیبانی جیسے ائمہ دین زیر بحث معاہدے باوجود اس کے منسوخ ہو جانے کے استناد کرتے رہے ہیں، یا وہ اس کو سرے سے منسوخ ہی نہیں جانتے (برہان مارچ ۱۹۴۰ء ص ۱۸۳-۱۸۴)

جناب مولوی صاحب کا یہ ارشاد بھی میرے نزدیک کئی حیثیت سے محل نظر ہے۔ اول اس لیے کہ یہاں زیر بحث ہے فقط معاہدۂ یہود۔ اور جناب مولوی صاحب بار بار اس کے ساتھ معاہدۂ حدیبیہ کو بھی شامل کر لیتے ہیں جو سراسر بیجا ہے۔ اس لیے کہ ہماری اصل بحث شروع ہوتی ہے رسالہ متحدہ قومیت اور اسلام سے۔ جس میں معاہدہ حدیبیہ کا یا کسی اور معاہدہ کا قطعاً نام تک نہیں آتا۔ ہماری تحقیق یا تحقیق بر تنقید جو کچھ ہے وہ اصلاً معاہدۂ یہود سے متعلق ہے اس کے ساتھ حدیبیہ وغیرہ کے معاہدوں کو آخر کیوں شامل کیا جاتا ہے، جبکہ وہ محض معاہدہ صلح ہیں اور معاہدۂ زیرِ بحث کو مسلم و نامسلم سے ملا کر ایک اُمت یا قوم یا ایک جماعت بنانے کے جواز کی دلیل مانا جاتا ہے اور اس باب میں یہ عہدنامہ فرد اور بالکل فرد ہے۔ اسی لیے رسالہ متحدہ قومیت اور اسلام میں اور کسی عہدنامہ کا ذکر نہیں کیا گیا۔

دوسری بات سزاوار نظر یہ ہے کہ جناب مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ امام شافعی اور فلاں فلاں اکابر اُمت نے اپنی تصانیف میں اس معاہدہ سے استناد کیا ہے اور یہ استناد ان حضرات کا اسی وقت ممکن ہے کہ عہدنامہ سرے سے منسوخ ہی نہ ہوا ہو یا صرف یہود کے حق میں منسوخ ہو کر اب بھی قابل عمل ہو۔ ہمارے نزدیک جناب مولوی صاحب کا یہ فرمانا بھی ایسا ہی غیر صحیح ہے جیسے کہ وہ پہلے فرما چکے ہیں کہ امام شافعی باوجود اصولاً حدیث مرسل کو ناقابل احتجاج ماننے کے نامۂ زیر بحث سے احتجاج کرتے ہیں، حیث یقول وھادن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناساً وادع حین قدم المدینۃ یھوداً علی غیر ما خرج اخذ منھم[1]۔

[1] نوٹ ص ۱۳۷ پر دیکھیے۔

یہ فرمانا جناب مولوی صاحب کا کیوں غیر صحیح ہے۔ اب اس کی دلیل سنیے۔ ہر معاہدہ میں دو قسم کی باتیں ہوا کرتی ہیں۔ ایک عام، دوسری خاص۔ جو اسی عہد نامہ سے مخصوص اور بمنزلہ اس کی روح کے ہوتی ہیں اور نسخ ہمیشہ وارد ہوا کرتا ہے احکام پر۔ اس لیے کسی عہد نامہ کے منسوخ ہونے کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ اس کی روح اور اس کی مخصوص باتیں منسوخ ہو جائیں، نہ یہ کہ اس کی بات بات اور لفظ لفظ منسوخ ٹھہرے اور اُن سے کہیں استناد نہ کیا جائے۔ اس لیے جب معاہدہ زیر بحث پر نسخ وارد ہوا تو اس کی روح بخصا ئصہا منسوخ ہو گئی یعنی مسلم و نامسلم سے ملا کر اُمّتِ واحدہ کا قیام اور نامہ کی وہ دفعات جو اس روح سے تعلق رکھتی تھیں۱؎۔ باقی انشا، و اخبار معاہدہ کا بدستور اپنی جگہ پر بحال رہا۲؎ جس سے بعد نسخ عہد بھی ایسے ہی استناد کیا جا سکتا ہے، جیسے عدمِ نسخ کی صورت میں کیا جا سکتا تھا۔ جناب مولوی صاحب نے جو اقتباسات امام

(حاشیہ ص ۱۳۶) ہم نے اپنے مضمون تکملہ نمبر ۱ میں لکھا تھا کہ امام شافعی کا یہ قول مبنی ہو شہرت روایت پر نہ کہ اس امر پر کہ وہ حدیث مرسل و منقطع کو صالح الاحتجاج سمجھتے ہیں۔ سوء اتفاق سے ہم اپنے اس دعوے کی دلیل امام شافعی کے قول سے نہ لکھ سکے، وہ اب یہاں نقل کیے دیتے ہیں:۔ ورد فی بعض الشامیین حدیثاً لیس مما یثبتہ اہل الحدیث فیہ ان بعض رجالہ مجھولون فرویناہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم منقطعا وانما قبلناہ بما وصفنا من نقل اہل المغازی واجماع العامۃ علیہ وان کنا قد ذکرنا الحدیث فیہ واعتمدنا علی حدیث اہل المغازی عاما واجماع الناس۔ کتاب الام جلد اول ص ۲۲۔

۱؎ مثلاً وانہ من تبعنا من یہود فان لہ النصر والاسوۃ غیر مظلومین ولا متناصرین علیہم۔ وان یہود بنی عوف امۃ مع المومنین، للیہود دینہم وللمسلمین دینہم موالیہم وانفسہم الا من ظلم واثم فانہ لا یوتغ الا نفسہ واہل بیتہ وان بطانۃ یہود کانفسہم وغیرہا

۲؎ مثلاً وان المومنین المتقین علی من بغی منہم وابتغی دسیعۃ ظلم او اثم او عدوان او فساد بین المومنین وان ایدیہم علیہ جمیعاً ولو کان ولد احدہم ولا یقتل مومن مومنا فی کافر ولا ینصر کافر علی مومن۔ وان ذمۃ اللہ واحدۃ یجیر علیہم ادناہم وان المومنین بعضہم موالی بعض دون الناس وان سلم المومنین واحدۃ لا یسالم مومن دون مومن فی قتال فی سبیل اللہ الا علی سواء وعدل بینہم، وغیرہا۔ ان اور ان جیسی عہد نامہ کی دفعات کو نسخ عہد کے ساتھ منسوخ سمجھنا عقل و مذہب دونوں کے سراسر خلاف ہے۔ کما لا یخفیٰ۔

شافعی وغیرہ کے پیش کیے ہیں وہ تو اس سے بھی کہیں فروتر ہیں۔یعنی اُن میں سے ایک بھی عہد نامہ زیر بحث سے اثباتاً ماخوذ نہیں بلکہ حقیقۃً عدمی ہیں کسی عہد نامہ کی نسبت یہ کہہ دینا کہ اس میں یہ بات داخل نہ تھی۔ اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ اس قول کے قائل کے نزدیک وہ عہد نامہ غیر منسوخ اور قائم بحالہ ہے۔

ان حضرات کے نزدیک اگر یہ عہد نامہ دلیل ہوتا اس بات کی عند الضرورت مسلم و نامسلم سے ملا کر ایک قوم بنانا اور پھر ان کے ساتھ ہو کر جہاد کرنا جائز ہے تو وہ اتنے اہم باب کو اپنی کتابوں میں نظر انداز نہیں کرتے اور اگر مسلم و نامسلم سے امتِ واحدہ بنا کر ان کی معیت میں جہاد کو اُٹھا ایک قسم ہونہ کی ہوتی تو ایسے اہم مسئلہ کو وہ کیسے چھوڑ جاتے اور پھر سب کے سب۔ اگر یہ میری کوتاہ نظری ہے اور اکابر اُمت نے اس مسئلہ سے اپنی تصانیف میں بحث کی ہے تو جناب مولوی صاحب بصراحت مجھے دکھادیں میں مان لونگا کہ مفادِ امت مسئلہ کے لیے اب بھی مسلم و نامسلم سے اُمت واحدہ یا متحدہ قوم بنائی جاسکتی ہے۔

اب اگر عہد نامہ زیر بحث منسوخ ہوچکا اور ہمیشہ کے لیے منسوخ ہوچکا۔جیسا کہ ہمارے نزدیک آیۂ قتال با اہل کتاب اور دیگر آیات قرآنی اور عام اسلامی تعلیم کی روح سے ظاہر ہے تو بحث یہاں ختم ہوجاتی ہے۔ لیکن اس پر بھی جناب مولوی صاحب یا کوئی اور صاحب فرمائیں کہ ہم اس کے دوامی نسخ کو نہیں مانتے۔ غایت مافی الباب وہ بحق یہود منسوخ ہوگیا ہے اور بس۔یا فرمائیں کہ نسخ شرعی صرف حکم شرعی پر وارد ہوتا ہے اور معاہدہ حکم کے ذیل ہی میں نہیں آتا۔ اس لیے وہ منسوخ نہیں ہوسکتا۔ البتہ باطل ہوسکتا ہے۔ اس لیے جب یہود نے اس کی خلاف ورزی کی تو وہ خود بخود باطل ہوگیا۔ نہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاً اس کو منسوخ فرمایا۔ یا یہ کہ آیۂ قتال اس کی ناسخ ہوئی۔ وہ ایک عہد نامہ تھا۔جب تک چلا چلا جب وقت آیا اور اسباب بطلان پیدا ہوئے، باطل ہوگیا۔ مگر رسول اللہ کی سنت اس قسم کے معاہدہ کے باب میں برابر حی و قائم رہی اور ہے، اور جب اس کی ضرورت پڑ جائے، اس سے کام لیا جاسکتا ہے۔ اور اس وقت اس کی وہ ضرورت درپیش ہے جواب تک پیش نہیں آئی تھی تو اس صورت میں میں نے کہا اور پھر کہتا ہوں

کہ معاہدہ زیر بحث جس نوعیت سے کہ "رسالہ متحدہ قومیت اور اسلام" میں مذکور ہے۔ وہ محض معاہدہ صلح نہیں ہے بلکہ وہ معاہدہ مسلم و نامسلم سے ایک قوم یا ایک امت بنانے کا۔ اس لیے وہ متحدہ قومیت یا اُمت بھی نامۂ نامی کی اہم قیود و شرائط ہی کے موافق بنانی چاہیے۔ اور اُمتِ مسلمہ کے مفاد کے لیے جو باتیں اس نامہ میں آتی ہیں اُن کو کسی حال میں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، کہ یہی عام مصالح شرعیہ کا تقاضا ہے۔ لیکن جناب مولوی صاحب اس معاہدہ کو عام معاہداتِ صلح کے ذیل میں داخل فرماتے ہیں اسی لیے آپ نے اب تک جو بحث فرمائی ہے وہ ہدنہ کے متعلق ہے نہ کہ مسلم اور غیر مسلم سے ایک قوم یا اُمت بنانے اور پھر متحدہ طور پر کسی دشمن کے خلاف اُٹھنے کے متعلق۔ اور یہ دونوں چیزیں بالکل مختلف ہیں۔ اگر مختلف نہیں ہیں جناب مولوی صاحب انہیں اکابر امت کی تحریروں سے جن کا وہ حوالہ دیتے آئے ہیں ان کا اتحاد ثابت کر دیں میں مان لونگا اور ضرور مان لونگا۔ لیکن قبل از حکم جہاد کسی اکے وُکے نامسلم کا مسلمانوں کے ساتھ کسی جنگ میں شریک ہو جانا یا بعد از حکم جہاد جزیہ قبول کر لینے والوں یا مستامنین کا جہاد میں جانا اس عہد نامہ کے تحت میں لانا سراسر دور از معقولیت ہوگا۔ اس لیے کہ ان دونوں چیزوں میں بھی اصل و نتائج کے لحاظ سے فرق اور بہت بڑا فرق ہے۔ صوری بھی اور معنوی بھی۔

میں نے لکھا تھا کہ بنو قینقاع، بنو النضیر اور قریظہ بدلالت نصِ قرآن اور بشہادت جمہور مفسرین اسرائیلی یہودی ہیں۔ اس پر جناب مولوی صاحب باستعجاب تمام فرماتے ہیں کہ یہ کونسی منزل تحقیق ہے کہ تاریخی مباحث کو قرآنِ عزیز کا مقابل بنایا جارہا ہے، اور پھر اس باب میں میری تغلیط کرتے ہوئے ان قبائل کو واقعی یا احتمالی طریق پر ان کی طرف سے اسرائیلی ثابت کرنے کے لیے نہایت طول طویل بحث کی ہے تاکہ ایک طرف قرآن کا خطاب بہ لفظ بنی اسرائیل ان کے حق میں صحیح رہے۔ اور دوسری طرف وہ نسباً جذامی قحطانی رہیں۔ جیسا کہ وہ اپنی تنقید میں لکھتے ہیں (برہان بابت نومبر ۱۹۳۹ء ص ۳۸۲-۳۸۳)

جناب مولوی صاحب کی اس طولانی بحث کے بعد بھی میرے نزدیک مذکورۂ بالا قبائل اسرائیلی

ہی ہے۔ اور بنص قرآنی اسرائیلی رہے، اور جہاں ہمیں کوئی نص قرآنی مل جائے، وہ میرے نزدیک یقیناً تحقیقِ حق کی آخری منزل ہے۔ اس سے آگے بڑھنے کی ہمارے لیے گنجائش ہی نہیں رہتی، فبأی حدیث بعدہٗ یؤمنون۔

قبائل مزبور کو قرآن سے اسرائیلی ثابت کرنے کے لیے سورۂ نمل کی ایک آیت کے بعد میں نے سورۂ بقرہ سے تیرہ مقامات کا حوالہ دیا تھا جن میں بلافصل بنی اسرائیل ہی کا مذکور ہے۔ مدعا اس سے دو تھے اول یہ کہ قرآن مجید کا یہ اہتمام دو تین اسرائیلی خاندانوں کے لیے نہیں ہو سکتا جن کو جناب مولوی صاحب نے دو تین خاندان ہی فرمانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ غیر معروف بھی فرمایا ہے (برہان نومبر سنہ ۳۹ء ص ۳۸۲) ان مقامات میں سے بارہ کا میں نے صرف سرآغاز لکھ لکھ کر چھوڑ دیا تھا تاکہ یہ معلوم رہے کہ مسلسل بنی اسرائیل ہی کا ذکر چلا آرہا ہے اور تیرہویں مقام کی کچھ آیتیں پوری پوری نقل کر کر کے کہا تھا کہ یہ آیات بنو قینقاع، بنو النضیر اور قریظہ کے حق میں نازل ہوئی ہیں، اور ثابت کیا تھا کہ یہ آیات چونکہ مسلسل بنی اسرائیل کے حال پر مشتمل ہیں اس لیے یہ قبائل بنص قرآن بنی اسرائیل ہوئے اور یہی میرا دوسرا مدعا تھا۔

(باقی)